اخلاقیات

12

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بُک بورڈ، لاہور

منظور کردہ: وفاقی وزارت تعلیم (شعبہ نصاب سازی) حکومت پاکستان، اسلام آباد۔
موجب سرکلر نمبر F.6-8/2009 مورخہ 01 مارچ 2011
تیار کردہ: پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

اس کتاب کا کوئی حصہ نقل یا ترجمہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اسے ٹیسٹ پیپرز، گائیڈ بکس، خلاصہ جات، نوٹس یا امدادی کتب کی تیاری میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1۔	**مذہب کا تعارف** • مذہب کی تعریف مختلف ماہرین کی نظر میں • مذہب اور دین کی تعریف • مذہب اور دین میں فرق • وحدتِ ادیان کا تصوّر • مذہب اور سائنس	02-12	4۔	**آداب** • کام کی جگہ کے آداب • انتظامیہ کے آداب • ماتحت کے آداب	73-76
2۔	**پاکستان میں مختلف مذاہب** • سناتن/ ہندو دھرم • زرتشت مذہب • سکھ مذہب	13-56	5۔	**مشاہیر** • نیلسن منڈیلا • ڈاکٹر محمد یونس • نجیب محفوظ	77-89
3۔	**اخلاقی اقدار** • معاشرتی ادارے (مذہبی/تعلیمی) • کام کی جگہ پر وقت کی اہمیت	57-72	6۔	**فرہنگ**	90

مصنفین: • ڈاکٹر عبداللہ شاہ ہاشمی • ڈاکٹر محمد شفیع مرزا

ڈائریکٹر (مسوّدات): فریدہ صادق **ڈپٹی ڈائریکٹر (گرافکس):** انجم واصف

نگران/ایڈیٹر: لئیقہ خانم

کمپوزنگ: عرفان شاہد **ڈیزائننگ:** سمیرا اسماعیل

ناشر: **مطبع:**

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	طباعت	تعداد اشاعت	قیمت

پیش لفظ

خدا تعالیٰ نے انسان کو نا صرف اشرف المخلوقات بنایا بلکہ حقائق کے ادارک کے لیے فہم و دانش عطا کی جس کی بنیاد پر وہ سمجھتا ہے کہ اچھے اخلاق ہی انسانیت کا بنیادی جوہر ہیں، اگر انسان میں اخلاقی کمزوریاں پیدا ہو جائیں تو وہ انسانیت کے درجے سے گر جاتا ہے اور ساری عقل و دانائی اور مادی ترقی کے باوجود وہ حیوان سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اسی لیے تعلیم کا ایک بنیادی کردار انسان کو زیورِ اخلاق سے آراستہ کرنا قرار پایا ہے۔

تاریخ کے مختلف ادوار میں مذاہب نے انسان کی اخلاقی تربیت کی ہے اور انسان کو روحانی سہارا بھی دیا ہے۔ اس سے جہاں معاشرے پُرسکون اور پُرامن رہے، وہاں انسان کو عظمت، عزت اور وقار بھی نصیب ہوا۔ حقیقت میں وہ تمام روایات، رسوم اور اقدار جو سلامتی کے راستے کی طرف لے جاتی ہیں، ان سب کا سرچشمہ مذاہب ہیں۔ وہ تمام نیک لوگ جو انسانیت کے لیے دردِ دل رکھتے ہیں اور ہمیشہ خدمتِ خلق میں پیش پیش رہتے ہیں، ان کا تعلق عموماً کسی نہ کسی مذہب سے ہوتا ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے، جس میں اکثریت مسلمانوں کی ہے، لیکن ہندو، مسیحی، سکھ، پارسی اور دیگر مذہبی اقلیتیں بھی موجود ہیں۔ ان اقلیتوں میں ہندو اور مسیحی قریب قریب ایک جیسی تعداد میں ہیں اور یہ دونوں بڑی اقلیتیں ہیں جب کہ سکھ مذہب کے پیروکار ان سے کم ہیں۔ تشکیل پاکستان سے لے کر اب تک یہ اقلیتیں پاکستان کے پُرامن شہری ہیں اور جنھیں آئینی طور پر مذہبی آزادی حاصل ہے۔

عالمی مذاہب وہ سرچشمہ فیض ہیں، جن سے عالمِ انسانیت نے روحانی پیاس بجھائی ہے۔ یہ بنی نوع انسان کے اتحاد، باہمی یگانگت اور ہم آہنگی کا ذریعہ بھی ہیں۔ ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور مذاہب ان کو یک جا کرتے ہیں۔ بھارت کے فلسفی ڈاکٹر رادھا کرشنن نے کہا تھا کہ جو انسانوں کو جوڑے وہ دھرم ہے اور جو توڑے وہ ادھرم ہے۔ مذاہب فطرت کے قریب، بلکہ بعض مذاہب سراسر فطرت ہیں۔ یہ انسان کو محبت، رواداری اور یگانگت کا درس دیتے ہیں۔

اخلاقیات کی اس کتاب میں ایسا مواد شاملِ نصاب کیا گیا ہے کہ مذاہب کی ترویج و ترقی میں معاشرے کا کردار کیا ہوتا ہے اور مذاہب کس طرح معاشرے میں مثبت تبدیلیوں کے لیے پیش رفت کرتے ہیں۔ اسی طرح اجتماعی عدل اور مساوات کے لیے سماجی اداروں کی کارکردگی، وحدتِ ادیان کے تصورات اور سائنس اور مذاہب جیسے اہم موضوعات شامل ہیں۔ کتاب میں بڑے بڑے مذاہب کے اعتقادات اور ان کی تعلیمات کی تفصیلات بتائی گئی ہیں۔ ان کے مطالعہ کے بعد طلبہ اندازہ کرسکیں گے کہ بنی نوع انسان کی اصلاح کے لیے مذاہب نے کیا کردار ادا کیا ہے اور یہ کہ تمام مذاہب انسان کو نہ صرف اچھے اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں بلکہ اس کی تربیت بھی کرتے ہیں۔

عملی زندگی میں قدم رکھتے ہی ہم میں سے ہر ایک کو معاشرے کے دیگر افراد سے واسطہ پڑتا ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اچھے روّیے بہتر تعلقات کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ کتاب میں بتایا گیا ہے کہ رواداری، حُسنِ اخلاق اور مہذب ہونے کے لیے ہمیں کن آداب کا خیال رکھنا چاہیے۔ اسی طرح کتاب میں ایسے مشاہیر کی زندگی اور فکر کا ذکر کیا گیا ہے جو آزادی، خودداری، دردمندی اور خدمتِ خلق کے سلسلے میں ہمارے لیے قابلِ تقلید ہیں۔ ان میں نیلسن منڈیلا، عبدالستار ایدھی، مدر ٹریسا، ڈاکٹر محمد یونس، نجیب محفوظ اور جمشید نسرواں جیسی شخصیات شامل ہیں۔

پاکستان کی ترقی، خوش حالی اور باوقار قوموں کی صف میں کھڑا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ یہ ملک اندرونی طور پر، پُرامن اور متحد ہو اور ملک کے تمام باشندے، خواہ ان کا تعلق اکثریت سے ہو یا اقلیت سے، وہ یکسو ہو کر باہمی اتحاد اور یگانگت سے اس کی ترقی کے لیے کام کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے روشن مستقبل کے لیے مذہبی ہم آہنگی بہت ضروری ہے۔ رواداری، برداشت، محبت و یگانگت اور دوسروں کے مذہب کا احترام انسانیت کا زیور بھی ہیں اور ملکی ترقی و خوش حالی کی ضمانت بھی۔

مصنفین

باب
1

مذہب کا تعارف

مذہب کی تعریف مختلف ماہرین کی نظر میں:

وائٹ ہیڈ (Whitehead) کا کہنا ہے کہ جس زمانے میں مذہب کا زور ہوتا ہے اس دور میں عقلیت کا بھی زور ہوتا ہے۔اس کی اہم وجوہات ہیں۔مثلاً ،جب لوگ اپنے ذہنی اعمال خصوصاً اعتقادات، جذبات، ارادے اور احساسات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں تو دوسری طرف مذہب بغیر کسی دلیل کے اعتقادات اور جذبات کے تجربے پر زیادہ اصرار کرتا ہے۔کہا جاسکتا ہے کہ جس زمانے میں عقلیت اپنے عروج پر ہوتی ہے اس زمانے میں مذہب کا بھی زور ہوتا ہے۔

فلسفی کانٹ (Kant) کے خیال میں ہر فریضہ کو خدائی حکم سمجھنا مذہب ہے۔اس سے مراد یہ کہ ہے تمام اعمال وافعال ایک عظیم ہستی کی رضامندی اور حکم کے مطابق سرانجام دیئے جائیں۔

فریڈرک شیلر (Friedrick Schieler) کے خیال میں ہر انفرادی شے کو ایک عظیم کل کا جز و سمجھنا اور ہر محدود شے کو لامحدود کا نمائندہ قرار دینا مذہب ہے۔مذہب کی اس تعریف میں بھی خدا کی بڑائی اور کبریائی کا اقرار کیا گیا ہے اور کائنات کی ہر شے کو اس کا حصہ بتایا گیا ہے۔ ہر شے کو محدود اور خدا کو لامحدود اس کی صفات کی بنا پر کہا گیا ہے۔"وہ ہر شے پر قادر ہے" کا مفہوم فریڈرک شیلر کی بتائی ہوئی مذہب کی تعریف میں پنہاں ہے۔

ماہرِ نفسیات ہافڈنگ (Hoffding) کے خیال میں مذہب اقدار کے ثبات کا نام ہے۔یعنی مذہب بنی نوع انسان کے لیے ہر مستقل مثبت قدر کی ہمیشگی اور دوام کا دوسرا نام ہے۔مذہب انسانی اقدار کے قیام اور ان کی حقیقت کو پائیدار بنانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

ماہرِ نفسیات و مفکر ولیم جیمز (William James) کا خیال ہے کہ انفرادی اشخاص کے عالم تنہائی کے وہ جذبات، اعمال اور تجربات جن کی بابت وہ سمجھیں کہ ان کا رشتہ اس شے سے ہے جسے وہ اپنی دانست میں خدا کہتے ہیں، مذہب کہلاتے ہیں۔

پروفیسر وائٹ ہیڈ (Whitehead) نے ایک جگہ غور وفکر کے حوالے سے لکھا کہ انسان جو کچھ اپنی ذات کی تنہائی میں کرتا ہے وہ مذہب ہے اور اسی طرح دوسری جگہ وائٹ ہیڈ نے لکھا ہے کہ مذہب عقیدہ اور ایمان کی اس قوت کا نام ہے جس سے انسان کو اندرونی پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے۔مزید یہ کہ مذہب عالمگیر وفاشعاری کا نام ہے۔

مذہب کی جامع تعریف:

مذہب عالمگیر وفاشعاری (Religion is world loyalty) کا نام ہے۔مذہب کے متعلق ہر ایک کا تصور الگ ہے۔مذہب بندے اور خدا کے آپس میں تعلق سے متعلق عقیدے کا نام ہے۔اس میں نیک نیتی اور خلوص دل سے بندہ اپنے خدا سے تعلق پیدا کرتا ہے۔مذہب ایک ایسی ان دیکھی ہستی پر مکمل یقین اور اعتماد کا نام ہے جو ہر شے کی خالق و مالک ہے اور پھر مذہب کو ماننے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس ہستی کو اپنی مشکلات کا مداوا اور عظیم ہستی سمجھے۔اس کے سامنے سر تسلیم خم کرے اور اس کی خوشنودی اور رضا کے مطابق اپنی زندگی ڈھالے۔

ابتدائے زمانہ ہی سے انسان کو مذہب کی ضرورت رہی ہے۔ وہ ہمیشہ سے مذہب کا محتاج رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ایمان اور عقیدہ کی نوعیت بدلتی رہی ہے۔ دنیوی علوم انسان کو عقلی موشگافیاں اور جدید سے جدید نظریات مہیا کرتے ہیں لیکن قلبی سکون اور اطمینان مذہب کی راہوں پر چل کر ہی حاصل ہوتا ہے۔ مذہبی تجربہ انسان کو ایک ایسی دنیا سے روشناس کراتا ہے جہاں انسانی عقل پہنچ نہیں سکتی۔

حقیقت میں مذہب ایک مقدس راستے پر چلنے کا عمل ہے۔جس شے کو انسان بلند ترین قرار دے اس سے تعلق کا نام مذہب ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مذہب انسان کے لیے ایک ایسا سہارا ہے جس کی مدد سے وہ رنج والم سے نجات حاصل کرتا ہے اور خوشگوار زندگی گزارتا ہے۔ مذہب انسانی زندگی کو باضابطہ بناتا ہے۔ بے ترتیب اور بے ہنگم مصروفیات کو ترتیب دیتا ہے۔انسان اس طرح اطمینان قلب سے ہر لحہ اپنے آپ کو اس ہستی کی خوشنودی کے لیے وقف کر دیتا ہے جو سب کچھ عطا کرتی ہے۔ مذہب کی مدد سے وہ ہر دن کا آغاز خدا کو اپنا ہمدرد اور مددگار تصور کرتے ہوئے کرتا ہے۔ مذہب ہی انسان کو سکھاتا ہے کہ ایک ایسی عظیم ہستی پر یقین قائم کیا جائے جو اس کی دعاؤں کو سنتا ہے اور مشکلات کو حل کرتا ہے۔ دعا سے انسان اپنے کردار میں تبدیلی پیدا کرتا ہے اور ہر دعا میں ایک ایسی ہستی سے مانگنے کا تصور پایا جاتا ہے جو اعلیٰ و برتر ہے۔ جسے خدا کہتے ہیں۔

دین کا مفہوم:

لہٰذا لفظ دین کے اصطلاحی مفہوم یہ کیے جا سکتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ دستور اور ضابطہ حیات ہے۔اس طرح نوع انسانی کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے ابدی طور پر مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔لفظ دین کی جمع ''ادیان'' ہے۔ دین عربی زبان کا لفظ ہے جو ان چار معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

1۔ بدلہ دینا، محاسبہ کرنا۔

2۔ حکم چلانا، مالک اور متصرف ہونا۔

3۔ حکم ماننا، اطاعت و فیصلہ قبول کرنا۔

4۔ مذہب اختیار کرنا، (فطری یا عملی) دستور و ضابطہ بنا لینا۔

لفظ ''دین'' کے تمام معانی مثلاً حکم، بدلہ، قانون، جزا، مذہب، دستور، مسلک اور طریقہ وغیرہ میں ''لازمی اور ضروری'' کا معنی موجود ہے۔

دین اور مذہب میں فرق:

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ لفظ دین اور مذہب مفہوم اور معنیٰ میں تھوڑا سا فرق ضرور پایا جاتا ہے۔ عام طور پر لفظ مذہب کی جو تعریف کی گئی ہے وہ محدود تصورات و افکار کی عکاسی کرتی ہے جیسا کہ پروفیسر وائیٹ ہیڈ (Pro.White Head) نے لکھا ہے، کہ ''مذہب عقیدہ کی اس قوت کا نام ہے، جس سے انسان کو اندرونی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح پروفیسر ٹیلر نے مذہب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ ''روحانی ہستیوں پر اعتقاد و ایمان۔'' بروائیٹ ہیڈ مذہب کی تعریف میں رقمطراز ہے ''مذہب اعتقاد کی اس قوت کا نام

ہے جس میں یہ قوت ہوتی ہے کہ وہ انسان اور انسانی کردار میں تبدیلی پیدا کردے بشرطیکہ اس میں خلوص اور بصیرت پائی جاتی ہو۔'' الغرض مذہب صرف روحانیت، اخلاق اور اعتقاد کی حد تک محدود ہے جبکہ لفظ دین اس سے کہیں زیادہ وسیع معانی اور مفہوم پر مشتمل ہے۔ اس سے مراد ایک ایسا ضابطہ اور نظام زندگی ہے جس میں انسان طاقت اور قوت کا سرچشمہ اور اقتدار اعلیٰ صرف خدا تعالیٰ کی ذات کو کرتا ہے اور اس کی اطاعت، فرمانبرداری پر اچھے بدلے اور جنت کی امید باندھے ہوئے ہو اور اس کی نافرمانی پر ذلت، خواری، غضب اور جہنم کا خوف طاری ہو۔ اس لحاظ سے لفظ دین پوری زندگی یعنی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی اور مشتمل ہے۔

وحدتِ ادیان کا تصور:

مذاہب کی تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دَور بھی مذاہب کے وجود سے خالی نہیں رہا۔ نیز مذاہب نے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں، اگر بغور دیکھا جائے تو یہ مذاہب ہی ہیں جو انسانی زندگی کو بامعنی بناتے ہیں۔ آج بھی کروڑوں انسان مذہبی ہدایات پر صدقِ دل سے یقین رکھتے ہیں، اور ان ہدایات پر عمل پیرا ہو کر نجات کے لیے پُرامید ہیں۔ دُنیا میں پائے جانے والے مذہبی نظریات میں باہمی فرق موجود ہے، لیکن یہ سارے مذاہب انسان کو مساوات، ہمدردی، خدمتِ خلق، دیانتداری اور دیگر بہت سی اخلاق تعلیمات دیتے ہیں۔ ان تمام مذاہب میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔

کسی چیز کے عیب وصواب کی جب تحقیق کی جاتی ہے تو پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ خود کیسی ہے؟ پھر یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ دوسری چیزوں کے درمیان اس کا درجہ کیا ہے؟ جب ان دونوں حیثیتوں سے وہ بہتر ثابت ہو جائے تب ہی اسے پسندیدگی کی سند بخشی جاسکتی ہے۔ اسی طریق تحقیق کو ادیان کے تقابل کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ادیان کا تقابل کرتے ہوئے پہلے الگ الگ ان کی حیثیت کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ وہ مذہب اپنی ماہیت میں کیسا ہے؟ پھر اس کی اس حیثیت کے حوالے سے دیکھا جاتا ہے کہ جس مذہب سے اس کا تقابلی مطالعہ کیا جارہا ہے اس میں اس کا درجہ کیا ہے؟ گویا تقابل ادیان سے یہ مراد ہے کہ ''مذاہب عالم کا غیر جانب دارانہ مقابلہ'' ان کی تعلیمات کا موازنہ، ان کے اصول وعقائد اور عبادات ورسوم کا غیر متعصّبانہ مطالعہ تاکہ ہر ایک کی قدر و قیمت اور اس کے مسائل کا حسن وقبح دودھ اور پانی کی طرح الگ الگ ہو جائے۔ اگر کسی مذہب میں کوئی خوبی ہے تو دل و دماغ سے اس کا کھلا اعتراف کیا جائے۔ اگر کوئی خامی یا نقص نظر آتا ہے تو مدلل رد کیا جائے۔

مختصر الفاظ میں تقابل ادیان سے مراد دنیا میں پائے جانے والے مختلف مذاہب کے بنیادی عقائد، عبادات اور رسم ورواج کی غیر جانب دارانہ، غیر متعصّبانہ، عادلانہ اور ناقدانہ پرکھ ہے جس کے نتیجے میں ہر ایک مذہب کی قدر و قیمت، خوبیاں اور خامیاں پوری طرح عیاں ہو جائیں اور اس کے عیب و ہنر ایک درجہ پا جائیں۔

تمام بڑے مذاہب کا بنیادی عقیدہ یہ ہے، کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اس کی راہنمائی کے لیے پیغمبر/ اوتار بھیجے۔ انھیں صحیفے/ کتابیں دیں۔ ان رسولوں اور نبیوں نے ان ہدایت ناموں کی روشنی میں عمل کے ذریعے اقوام کی راہنمائی کی۔ مختلف ادوار میں جو نبی آئے اور انھوں نے اقوام کی تربیت کی اور تعلیمات دیں، ان کا تفصیلی مطالعہ بتاتا ہے کہ وہ بنیادی طور پر ایک جیسی تھیں لیکن ان میں قوموں کی

ثقافتی، سماجی اور جغرافیائی حالات کے حوالے سے کچھ فرق بھی تھا۔ ان تعلیمات کا مرکز اور اساس ایک ہی تھا۔ توحید ان سب میں قدرِ مشترک ہے۔ اس لیے قدیم اَدوار سے عصرِ حاضر تک انسانی راہنمائی کی بنیاد یہی قدرِ مشترک ہے۔

تمام مذاہب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ زمانے کی ضروریات پوری کرنے اور معاشرتی بگاڑ دُرست کرنے کے لیے خدا تعالیٰ نے ہر دور میں نبی/ رسول/ پیغمبر اور اوتار بھیجے۔ تمام مذاہب کی بہت سی اقدار سراسر اخلاقی ہیں۔ جھوٹ سے بچنا، دوسروں کی حق تلفی نہ کرنا، عبادات میں باقاعدگی، دیانتداری، خدمتِ خلق وغیرہ پر سب ہی مذاہب زور دیتے ہیں۔ گویا تمام مذاہب کی بہت سی اقدار میں یکسانیت اور مماثلت پائی جاتی ہے۔

اس کی توجیہہ یوں بھی کی جاسکتی ہے، کہ خارجی حقائق کے حوالے سے یہ مذاہب الگ الگ نظر آتے ہیں۔ اعتقادات کی دُنیا میں ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں۔ ان کے طریقہ ہائے عبادت بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان کے ثقافتی مظاہر بھی یکساں نہیں لیکن اندر سے ان کی سمت ایک ہے۔ وہ اعتقادات جن کا تعلق ماورائیت سے ہے۔ ان کے حوالے سے یہ مذاہب کم از کم ایک بڑی بنیادی حقیقت توحید پر متحدہ ہیں، اسے ہی وحدتِ ادیان (Transcendental Unity of Religion) کہا جاتا ہے۔ وحدتِ ادیان ہی انسانی مساوات اور باہمی انسانی تعاون کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

مذاہب کے تصورات اور تعلیمات میں عصری تقاضوں کا خیال رکھا گیا ہے، کیوں کہ وہ مختلف زمانوں میں روشناس کرائے گئے۔ وہ روئے زمین پر ایک دوسرے سے مختلف فاصلوں پر رہنے والوں کے جغرافیائی خطے میں نازل کیے گئے مگر ان سب کی تعلیمات کا سرچشمہ ایک ہے۔ ان مذاہب کا ذریعۂ علم بھی ایک رہا ہے۔ انھوں نے جن صداقتوں کے تسلیم کرنے پر زور دیا، وہ زمانے اور فاصلے کے باوجود ایک ہیں۔ ہزاروں سال کے فاصلے کے بعد بھی مذاہب کی تعلیمات کے نتائج میں مماثلت پائی جاتی ہے۔

البتہ یہ ضرور ہوا کہ کسی گروہ نے بغاوت کی یا بنیادی تعلیمات میں اپنے پاس سے خارجی تصورات شامل کر دیے تو مذہب کی شکل بدل گئی اور اگر وہ توہمات کا شکار ہوا تو نتائج بھی مختلف نکلے مگر ان مذاہب کی بنیاد ایک خدا کی عبادت اور اس کی وحدانیت ہی رہی ہے۔ جب مذاہب کی بنیاد ایک ہے، تو کہا جاسکتا ہے کہ مختلف خطوں میں آنے والے پیغمبر ایک ہی پیغام لائے خواہ ان کا تعلق عرب، مصر، ایران، جاپان، چین، ہندوستان، یورپ، افریقہ یا دُنیا کے کسی بھی خطے سے تھا۔

ارسطو نے بھی ایک فلسفیانہ تصور دیا۔ اس کے مطابق ایسی حقیقت جو مطلق نیکی یا فضیلت کے بارے میں ہے، اس کا بیان کرنا آسان نہیں۔ البتہ وجدان سے اسے سمجھا یا جاسکتا ہے۔ ارسطو سے متاثر ہو کر مابعد کے فلاسفہ نے اس برتر حقیقت کو خدا کا نام دیا اور اسے فطرت (Nature) سے برتر کہا ہے اور اس کو یہودیت، مسیحیت اور اسلام میں بھی تسلیم کیا گیا ہے۔

☆☆☆☆

مشق

(ا) مفصل جوابات لکھیے۔

1۔ مذہب کی تعریف کریں اور مختلف ماہرین کی مذہب کے بارے میں آرا بیان کریں۔

2۔ دین کی تعریف بتائیں، مذہب اور دین کی کیا فرق ہے؟

3۔ وحدتِ ادیان کا تصور کیا ہے؟ تفصیل سے بیان کریں۔

(ب) مختصراً جوابات لکھیے۔

1۔ مذہب انسانی زندگی کو کیسے بامعنی بناتا ہے؟

2۔ مذہب کی جامع تعریف کے ہے؟

3۔ دین کے چار مفہوم کیا ہیں؟

4۔ اختلافات کے باوجود مذاہب کی کون سی بنیاد ایک ہے؟

(ج) دُرست جواب کی نشان دہی کیجیے۔

1۔ تمام پیغمبروں اور نبیوں کی تعلیمات ــــــــــــــــــــ تھیں۔

(ا) بظاہر ایک جیسی (ب) ایک دوسرے سے بالکل مختلف

(ج) بالکل ایک جیسی (د) بنیادی عقیدہ اور اقدار ایک جیسی

2۔ مذاہب میں ایک قدرِ مشترک ــــــــــــــــ ہے۔

(ا) توحید (ب) رسالت (ج) اقدار (د) نیکی

3۔ تمام مذاہب میں ــــــــــــــــ میں یکسانیت موجود ہے۔

(ا) عقیدۂ توحید (ب) عبادات (ج) اخلاقی اقدار (د) عبادات اور اقدار

4۔ خارجی حقائق کے اختلاف کے باوجود ایک بنیادی حقیقت ــــــــــــــــ پر سب متحد ہیں۔

(ا) ماورائیت (ب) اصل (ج) وحدتِ ادیان (د) ذریعۂ علم

5۔ دین زندگی کے تمام ــــــــــــــــ پر حاوی اور مشتمل ہے۔

(ا) شعبوں (ب) اداروں (ج) حیثیتوں (د) ا، ب اور ج

(د) خالی جگہ پُر کریں۔

1۔ تمام مذاہب کی ---------------- ایک ہے۔

2۔ مذاہب کی تعلیمات کا ---------------- ایک ہے۔

3۔ مذاہب کی تعلیمات کے نتائج میں ---------------- پائی جاتی ہے۔

4۔ ارسطو کے مطابق مطلق نیکی کو ---------------- کے ذریعے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

5۔ مختلف مذاہب کا ذریعۂ علم ---------------- ہے۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں:

1۔ لائبریری سے مختلف مذاہب کی کتب سے وحدتِ ادیان کے بارے میں مطالعہ کریں اور وحدتِ ادیان کو پھیلانے کی کوشش کریں۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ طلبہ کے گروپ بنائیں اور ہر گروپ کو مختلف مذاہب کی اخلاقی اقدار جمع کرنے کی ہدایت کریں۔

☆☆☆☆

مذہب اور سائنس

صدیوں پہلے کسی چیز کی قدر و قیمت کا تعین کرنے کے لیے انسان مشاہدے سے کام لیا کرتا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسانی شعور نے ترقی کی، تو تجربات کیے جانے لگے۔ سائنس کی طرف پیش قدمی جاری رہی، لیکن حقائق کو ترتیب دے کر با قاعدہ نتائج اخذ کرنا بعد کی بات ہے۔ یونان میں سائنس کی بجائے فلسفے سے علمی نظریے قائم کیے جاتے رہے۔ انسانوں میں کچھ اور بیداری پیدا ہوئی، تو حقائق تک رسائی کا موجودہ سائنسی طریق اختیار کیا گیا۔ اب کسی مسئلے کے حل کے لیے پہلے مفروضے قائم کیے جاتے ہیں غور و فکر اور مشاہدات کے بعد اعداد و شمار اکٹھا کر کے تجربات کیے جاتے ہیں اور تجربات کی کامیابی پر انھیں بار بار دُہرا کر اصول بنائے جاتے ہیں۔ یہ سائنسی طریقۂ کار رہے اور آج کے دَور میں یہ حصولِ علم کا ایک اہم ذریعہ بن چکا ہے۔ گذشتہ صدی میں سائنسی اندازِ فکر کے بعد یہ سوال شدت سے اٹھایا گیا، کہ کیا مذہبی حقائق تک رسائی سائنس کے ذریعے ممکن ہے؟ بلکہ ایک طبقے نے زور دیا کہ تجربے اور مشاہدے کی کسوٹی پر جو کچھ پورا اترے اسے مان لیا جائے اور باقی رد کر دیا جائے۔

کیا مذہب میں یہ سب ممکن ہے؟ کیا مذہب اور سائنس میں تضاد ہے اور یہ ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ کیا کوئی ذریعہ علم ایسا ہے جو تجربے کو بدل ہوسکتا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو انیسویں صدی میں سائنسی ترقی کے بعد پہلے مغرب میں، بعد ازاں ساری دنیا میں اُٹھائے جانے لگے۔ مذہب کا تعلق صرف زمینی حقائق سے نہیں، بلکہ مابعد الطبعیات سے بھی ہے۔ اس میں ایمان بالغیب اور اعتقادات کی بات ہوتی ہے اور اس کو سائنس کے ذریعے ثابت کرنا ممکن نہیں۔ ماورائی حقائق تک رسائی کا ذریعہ وحی ہے جس کے ذریعے خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے یہ علم دیتا ہے اور مذاہب میں حصول علم کا یہ ذریعہ ہے۔

زندگی کے حقائق جاننے اور دینی علوم کے ادراک کا ایک ذریعہ عقل انسانی ہے مگر ماورائی حقائق تک اس کی رسائی نہیں ہے البتہ اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ معقول اور غیر معقول اُمور میں تمیز کرتی ہے۔ وحی کے سلسلے میں عقل صرف قرینِ عقل یا قابلِ قبول ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فیصلہ دیتی ہے۔

سائنس اور مذہب کے حوالے سے کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ مذہب ہدایت، راہنمائی اور نجات کے لیے ہے۔ آسمانی کتب اور صحیفے راہنما اصول مہیا کرتے ہیں۔ جب کہ سائنس انسان کو سہولیات دیتی ہے، اور اپنے علم کے حتمی ہونے کا دعویٰ نہیں کرتی۔ اس کے حقائق، تجربات اور مشاہدات کے باوجود بدلتے ہیں۔ اسی لیے یہ حتمی ذریعہ علم نہیں۔ جب کہ ماہرین کا کہنا ہے کہ نظامِ فطرت سے سائنس جس طرح پردہ اٹھا رہی ہے اس سے سائنسی قوانین فطرت کو آشکارا کر کے مذہبی حقائق کی تصدیق کر رہے ہیں۔ اس طرح وہ مذہب کی شاخ بن رہی ہے۔ اس سلسلے میں ایک سائنس دان الیور کا کہنا ہے کہ مذہب کی جانی دشمن کے طور پر جنم لینے والی سائنس، آخر کار اس کی عاجز ترین خادمہ بن گئی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ سائنس کیا ہے؟ کا جواب دیتی ہے اور مذہب ''کیوں'' کا۔ بلکہ اس سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ سائنس جزوی صداقت کا اعلان کرتی ہے۔ مثلاً یہ قانونِ فطرت ہے کہ چیزیں ٹھنڈی ہو کر سکڑتی ہیں جب کہ پانی برف بن کر پھیلتا ہے۔ یہ سائنس کی تجربہ شدہ حقیقت ہے۔ اب سائنس کہتی ہے کہ یہ پانی کی خاصیت ہے۔ مذہب اس معاملے میں ''کیوں'' کا جواب دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ پانی کی اس خاصیت کے نتیجے میں خالق نے اپنی آبی مخلوق کی بقا کی ضمانت دی ہے۔

مذہب کے احکام دراصل تجزیاتی رپورٹ نہیں ہوتے بلکہ وہ صرف نوعِ انسان کے لیے ہدایت کا درجہ رکھتے ہیں۔ مذہب کہتا ہے کہ دودھ کا استعمال مفید ہے، شہد میں شفا ہے یا فلاں کام نہ کیا جائے۔ سائنس تجزیہ کر کے بتاتی ہے کہ دودھ اور شہد کے صحت مند عناصر اور پہلو کون کون سے ہیں؟ اس بات کا جائزہ بھی ممکن ہے کہ جس بُرے کام سے روکا جا رہا ہے اس کے طبّی یا نفسیاتی نقصانات کیا ہیں؟ دراصل مذہب کی ہر بات کو سائنس کی کسوٹی پر پرکھنا تو ممکن نہیں، لیکن خدا تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے جو معقول اور غیر معقول اُمور میں تمیز کرتی ہے۔ ایک اخلاقی حِس بھی انسان میں موجود ہے جو نیک و بد میں فرق کا شعور دیتی ہے۔ اسی طرح ایک روحانی جوہر بھی انسان میں موجود ہوتا ہے۔

بظاہر نظر آنے والی چیزوں یا واقعات کے اسباب نا معلوم ہوں تو عقل سے کام لیا جاتا ہے۔ انسانی عقل و شعور ہی سے عقلی استدلال (Reasoning) ممکن ہوا۔ مثال کے طور پر مذہب کی ابتدا کے بارے میں کئی نظریے ہیں اور کئی دعوے اور بہت سے مدعی ہیں۔ ایک یہ کہ کائنات اور انسان کا خالق خدا تعالیٰ ہے۔ اس دعوے کے مدعی مختلف سرزمینوں سے اس دعوے کو وقفے وقفے سے دُہراتے رہے ہیں۔ عقل ایسے دعوے کو قبول کرتی ہے۔ اسی طرح موت کے بعد زندگی کے بارے میں عقل اس بات کو تسلیم کرے گی کہ دُنیا میں اچھے بُرے اعمال کی کامل جزا و سزا ممکن نہیں تو پھر کہیں تو انصاف ضروری ہے۔ گویا مذہبی معاملات میں استدلال (Reasoning) کا جواز موجود ہے۔

محققین میں سے میکس مُلر (Max Muller) کا خیال ہے کہ مذہب کے مظاہر کا احتیاط سے معائنہ کیا جائے۔ سائنسی انداز میں مفروضوں کا جائزہ لیا جائے اور گواہی (Evidence) کی بنا پر صحیح اور غلط کا فیصلہ کیا جائے تو مذاہب کی وضاحت ممکن ہے۔ تاریخی تحقیق سے مذاہب کے ابتدائی تصورات اور اعمال کا کھوج لگایا جا سکتا ہے۔ ٹیلر نے مُلر کے اس نظریے ''مذہبی سائنس'' (Science of Religion) کی تائید کی ہے۔ دراصل مسئلہ مذہب تک سائنس کے ذریعے رسائی میں مشاہدے کے عقلی طریق (Empirical Method of Observation) اور مفروضوں کی تصدیق کا ہے۔ یہ مذہبی مظاہر وسیع اور گہرے ہیں۔ ان کے مطالعے کے لیے بڑی توجہ تعصب سے پاک تحقیق اور مختلف زاویوں سے تصدیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب کہ بعض اوقات کچھ سائنس دان اس گہرے تجربے سے نہیں گزرتے۔

میری کیتھلین کننگھم (Mary Kathileen Kinningham) نے بھی سائنس اور مذہب کا جائزہ اس زاویے سے لیا کہ اعداد و شمار اور نظریات سائنس کے اہم جزو ہیں اور مذہب میں بھی ایسا ہی ہے۔ سائنس میں خصوصی مشاہدہ اور تجرباتی اعداد و شمار کا طریقہ بیکن اور ملر کے عہد سے رائج ہے۔ بات مشاہدے سے شروع ہوتی ہے اور اعداد و شمار میں دیے گئے انداز سے جو صورتیں نظر آتی ہیں، ان کی عمومیت سے نظریہ بنایا جاتا ہے۔ اس اندازِ فکر پر تنقید کرتے ہوئے چار معیارات ضروری قرار دیے گئے ہیں:

1۔ اعداد و شمار کے ساتھ مشاہدات کی مطابقت

2۔ ایک نظریے کی دوسرے نظریات سے مطابقت

3۔ جامعیت اور عمومیت

4۔ مستقبل کی تحقیقات کے لیے ڈھانچے کی گنجائش

مذہب میں اعداد و شمار مذہبی تجربات ہیں، جن میں تصورات و عقائد کا ایک ضابطہ ہے۔ یہ تخلیقی تخیل کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ تجربات کی

بنیاد پر عقائد کو پرکھا نہیں کیا جا سکتا۔ کہانیاں اور رسوم دوسرے مسلمہ عقائد کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں۔ مذہب ظاہری مفاہیم میں سائنس ہونے کا دعویدار نہیں۔ البتہ سائنس کے اندر دریافت کی روح کو کسی حد تک ظاہر کر سکتا ہے۔ علم کی حدود وسیع ہو رہی ہیں اور انسانی شعور بھی مسلسل ترقی پذیر ہے۔ سائنس نے تحقیق کو وسعت دی ہے۔ مذہب اور سائنس کے میدانِ عمل الگ بھی ہیں، ایک بھی اور کہیں ایک دوسرے کے میدانِ عمل میں دخیل (overlaping) بھی ہیں۔ البتہ بنیادی فرق یہ ہے کہ سائنس اپنی ہی تحقیقات کو مزید تحقیقات کے بعد بدل دیتی ہے جب کہ مذاہب کے دیے گئے تصورات دائمی اور غیر متبدل ہیں۔ اس کی وضاحت ایک دو مثالوں سے ہو جاتی ہے۔

نظامِ شمسی کے بارے میں یونانیوں کے دَور سے یہ نظریہ قائم رہا ہے کہ زمین ساکن ہے اور سورج، چاند اور دیگر اجرامِ فلکی اس کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ اٹھارویں صدی کے آغاز میں کوپرنیکس، گلیلیو اور کیپلر وغیرہ نے سورج کو ساکن اور زمین کو متحرک قرار دیا۔ جب کہ بیسویں صدی میں آئن سٹائن اور دیگر سائنس دانوں نے زمین، سورج اور دیگر اجرامِ فلکی کو متحرک قرار دیا۔

اسی طرح ڈالٹن نے ایٹمی نظریہ پیش کیا اور بتایا کہ ایٹم ناقابلِ تقسیم ہے اور بعد میں جے جے تھامسن اور ردرفورڈ نے اسے قابلِ تقسیم قرار دیا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ایٹم کے مرکز میں الیکٹرون دریافت کیا گیا جب کہ 1932ء میں جم چیڈوک نے نیوٹران دریافت کیا اور ہائزن برگ نے تجربات کے بعد الیکٹران کے نیوکلئیس میں نہ ہونے کی تصدیق کر دی، جدید نظریے کے مطابق مرکز میں نیوٹران اور پروٹان ہیں جب کہ الیکٹران اس کے گرد مخصوص دائروں میں موجود ہیں۔ تحقیقات اور دریافت کے طویل سلسلے کے بعد سائنس مزید تحقیقات کے بعد بہتر (Refine) ہو کر مذہب کے اور قریب آ جائے لیکن فی الحال مابعد الطبیعات سائنس کا میدان نہیں ہے۔

فلسفہ اور سائنس:

فلسفی نظریہ قائم کرتا ہے اور سائنسدان اس پر عمل کر کے آسائشات پیدا کرتا ہے۔ فلسفہ نظری ہوتا ہے اور سائنس اس کا عملی پہلو۔ اس طرح فلسفہ سائنس کی رہنمائی کرتا ہے۔ ڈبلیوٹی سٹیس (W.T.STACE) کے خیال کے مطابق دیگر سائنسی علوم جہاں آ کر ختم ہوتے ہیں فلسفہ اُس سے آگے اپنی تحقیقات کا آغاز کرتا ہے۔ اس سے مراد ہے کہ پہلے نظریہ پیدا ہوتا ہے پھر اس نظریہ پر سائنسدان عمل کرتے ہیں۔ جہاں جا کر سائنس کا کام مکمل ہو جاتا ہے وہاں پھر کسی نہ کسی نظریہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یہ نظریہ سائنس کو فلسفیانہ ذہن رکھنے والے لوگ مہیا کرتا ہے۔ اسی طرح ہربرٹ سپنسر (Herbert Spencer) کا کہنا ہے کہ سائنس جزوی طور پر منظم علم ہے جبکہ فلسفہ کلی طور پر منظم علم ہے۔ فلسفے میں زندگی کے مسائل حل کرنے کے لیے منظم اور مرتب انداز سے وسعتِ قلبی اور وسیع النظری سے کام لیا جاتا ہے۔

فلسفیانہ افکار مقفل ذہنوں کو کھولتے ہیں اس طرح انسانی ذہن اس قابل ہو جاتا ہے کہ پوری کائناتی فضا کے بند دریچے آہستہ آہستہ خود بخود وا ہو جاتے ہیں۔ فلسفہ ہی کی بدولت دنیا کے تمام علوم ایک دوسرے سے منسلک ہوتے ہیں۔ جس سے انسان تخیلاتی کائنات میں بالعموم معنویت، ترتیب، توازن اور کلیت پیدا کرتا ہے۔ فلسفہ علم کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی۔ تنقید ہو کہ تحقیق، ترکیب ہو کہ تحلیل سب کی بنیادیں فلسفہ مہیا کرتا ہے۔ فلسفہ حقیقت کی تہ تک پہنچنے کا طریق کار ہے۔ سوچ بچار اور فکری کاوش سے صرف فلسفہ ہی بتاتا ہے کہ وجود کی اصل ماہیت اپنی فطرت میں کیا ہے؟ اِس طرح فلسفہ، مذہب اور سائنس ہمیشہ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

☆☆☆☆

مشق

(الف) مفصل جوابات لکھیے۔

1۔ سائنس اور مذہب کے تعلق پر نوٹ لکھیں۔

2۔ میکس مُلر کی تحقیقات کا جائزہ پیش کریں۔

3۔ میری کیتھلین کننگھم کی سائنس اور مذہب کے بارے میں آرا پیش کریں۔

(ب) سوالات کے مختصراً جوابات لکھیں۔

1۔ چیزوں کی قدر و قیمت کا قدیم طریقہ کیا تھا؟

2۔ سائنسی تحقیق کے چار اہم اقدامات کیا ہیں؟

3۔ مذہب کا ماورائی تصور کیا ہے؟

4۔ مذہب میں حُصولِ علم کا سب سے اہم ذریعہ کیا ہے؟

5۔ سائنس دان الیور کا سائنس کے بارے میں کیا قول ہے؟

6۔ فلسفہ اور سائنس میں کیا تعلق ہے؟

(ج) دُرست جواب کی نشان دہی کیجیے۔

1۔ انسانی شعور کی ترقی کے بعد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کا ایک نیا رُجحان پیدا ہوا۔

(ا) مشاہدے (ب) تجربات (ج) فلسفے (د) تصوف

2۔ موجودہ سائنسی طریقِ کار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صدی میں پیدا ہوا۔

(ا) اٹھارھویں (ب) انیسویں (ج) بیسویں (د) اکیسویں

3۔ مذہبی علوم کا سب سے بڑا ذریعہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(ا) عقلِ انسانی (ب) مشاہدات (ج) وحی (د) وجدان

4۔ مذہب کا بڑا مقصد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے؟

(ا) سکون (ب) آسودگی (ج) نجات (د) مشاہدۂ ذاتِ حق

5۔ مذہب میں اعداد و شمار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہیں۔

(ا) مذہبی تجربات (ب) کہانیاں اور رسوم (ج) تصورات (د) کچھ بھی نہیں

(د) درست جملے کے سامنے ”ص“ اور غلط جملے کے سامنے ”غ“ لکھیں۔

1۔ سائنس کے اندر دریافت کی روح کو مذہب ایک حد تک دریافت کرسکتا ہے۔

2۔ میکس ملر سائنس کے ذریعے ہی مذہبی حقائق کی دریافت کا قائل ہے۔

3۔ مذہبی حقائق کا تعلق نجات اور ہدایت سے ہوتا ہے۔

4۔ مذہبی اعتقادات کی تصدیق سائنسی تجربات سے ممکن ہے۔

5۔ سائنس قوانین فطرت کو آشکارا کر کے مذہب کی تصدیق کر رہی ہے۔

(ہ) طلبہ کے لیے سرگرمیاں:

1۔ ایسے عقائد کی فہرست تیار کریں جن کی تصدیق سائنس سے ممکن نہیں ہے۔

2۔ دو گروہ بنا کر ایک مباحثہ منعقد کریں کہ سائنس اور مذہب میں ٹکراؤ نہیں ہے۔

(و) اساتذہ کے لیے ہدایات:

1۔ طلبہ کو اُن مذہبی حقائق سے آگاہ کریں جن کی سائنس تصدیق کر رہی ہے۔

☆☆☆☆